مباحث:

کیا عصر حاضر میں خلافتِ راشدہ کا قیام ممکن ہے

محمد شکیل اوج ☆

کون نہیں جانتا کہ حضرات صحابہ کرام کی خلافت راشدہ کے بعد حالات میں اصولی تبدیلی آ چکی تھی۔ کیونکہ اموی حکمرانوں کا طرز زندگی وہ نہ تھا جو عہدِ رسالت مآب ﷺ سے لے کر خلافت راشدہ تک بالعموم لوگوں کا رہا۔ کیونکہ اس دور میں زندگی کی ہر نہج، قرآن کے اصولوں پر مبنی تھی اور معاشرت آسائی کو صحیح سمت میں رکھنے کے لئے ہر شخص اسوہ رسول کا پابند تھا۔ حکومت کا نظام اصول خلافت کے تحت تھا، جس سے ہٹ جانا گمراہی کے مترادف تھا۔[۱]

اموی حکمرانوں کے آتے ہی حکومت کا طرز و منہاج بدل گیا۔ نظام خلافت کے بجائے فرد واحد کی حکومت کا قیام عمل میں آ گیا۔ جسے ملوکیت کہا جاتا ہے۔ تعدیم خلافت سے نظام شورائیت ختم ہو گیا۔ اموی حکمرانوں نے عیش و عشرت کی راہ اپنالی۔ بیت المال کی رقم اور زمینیں اپنے خاندان کے لوگوں کو دے دیں۔ اموی حکمرانوں کا ہر فرد خاندان بے پناہ دولت کا مالک ہو گیا۔ سرکاری اموال، ذاتی ملک کے طور پر استعمال ہونے لگے۔

جب عمر بن عبدالعزیز کا دور آیا تو اموی خاندان کے امراء، بڑی بڑی جائیدادوں پر قابض تھے۔ چونکہ عمر بن عبدالعزیز، شریعت اسلامیہ کی پابندی میں احکام الٰہی سے سرمو انحراف کرنا نہیں چاہتے تھے۔ اس لیئے انہوں نے اپنے خاندان اور امراء کی دولت اور جائیداد سے ہر وہ چیز واپس لے لی جو شریعت کے خلاف تھی۔[۲] حدیہ کہ انہوں نے ذاتی طور پر بیت المال کا چراغ بھی زندگی بھر استعمال نہ کیا بلکہ ایسا کرنے کو ناجائز اور قطعی طور پر غیر مباح سمجھا۔ چنانچہ خود ان کے خاندان کے امراء اور دیگر شاہی طبقے کے لوگ جو ناجائز دولت جمع کرنے کے عادی ہو چکے تھے۔ ان میں آپ کے اس ''انقلابی اقدام'' سے رنج و غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ وہ

☆ پروفیسر ڈاکٹر محمد شکیل اوج، رئیس کلیہ معارف اسلامیہ، جامعہ کراچی

آپ کے مخالف ہوگئے اور آپ کے خلاف سازشوں میں مصروف ہوگئے مگر جسے خوف خدا لاحق ہو وہ کسی سازش اور مخالفت سے بھلا کیوں خوفزدہ ہوتا؟ آپ نے جرات ایمانی کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہوئے وہ سب کچھ کیا جس کا مطالبہ قرآن وسنت نے کیا ہے۔[۳]

عمرانی نقطہ نظر سے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی اصلاحات دراصل یہ باور کراتی ہیں کہ اگر معاشرے میں ایسے طبقات پیدا ہوجائیں کہ جن کی اقلیت حد سے زیادہ مالدار ہو اور اکثریت، غریب و نادار، تو ایسے معاشرہ میں توازن برقرار نہیں رہ سکتا۔ بلکہ ایسا معاشرہ تو انتشار و فساد کا شکار ہوکر نہ صرف خود بے چین ہوگا بلکہ حکومت کے خلاف باغیانہ روش اختیار کرکے بدنظمی بھی پیدا کرے گا۔ معاشرہ تو اسی وقت اطمینان وسکون کا سانس لے سکتا ہے جب اس کے تمام افراد کو منصفانہ بنیادوں پر وسائل رزق ذرائع معاش، اور سامان ضرورت وافر مقدار میں باسہولت میسر ہوں۔ اس سلسلے میں حضور ختمی مرتبت ﷺ کا ارشاد گرامی ہمارا راہبر و راہنما ہے جس میں فرمایا گیا ہے۔

کاد الفقران یکون کفرا ، یعنی انسان اگر غریب و نادار ہوجائے تو بہت ممکن ہے کہ اس کا ایمان سلامت نہ رہے۔

اس فساد کو دور کرنے کے لئے اسلام کے عطا کردہ نظام معیشت میں قانون زکوٰۃ کے علاوہ جن قوانین کا ذکر ملتا ہے وہ یہ ہیں۔

۱۔ قانون عشر۔	۲۔ قانون نفقات۔
۳۔ قانون صدقات۔	۴۔ قانون وصیت۔
۵۔ قانون وراثت۔	۶۔ قانون غنائم۔
۷۔ قانون نذر وکفارات۔	۸۔ قانون ضیافت۔
۹۔ قانون کفالت۔	۱۰۔ قانون مشارکت۔
۱۱۔ قانون ماعون۔	۱۲۔ قانون وقف۔
۱۳۔ قانون اجرت۔	۱۴۔ قانون تقسیم عفو۔[۴]

چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے عوام کی معاشی کفالت کا فریضہ اپنے ذمہ لے کر معاشرہ کو توازن بردوش کیا۔[۵] واضح ہو کہ عمر بن عبدالعزیز کی یہ اصلاحات دورِ جدید کی اشتراکیت سے قطعاً مختلف ہیں۔ دورِ جدید کی اشتراکیت اور عمر بن عبدالعزیز کی ''انقلابیت'' میں نمایاں فرق یہ ہے کہ آپ معاشی کفالت سے ایمان کو زیادہ قوی کرنا چاہتے تھے۔ بھوکے انسان کا پیٹ بھر کے اسے خدا کے قریب لانا چاہتے تھے۔ اور اللہ کی شان قاضی الحاجاتی اور رزاقی پر پختہ ایمان پیدا کرنا چاہتے تھے۔

آپ سے قبل عہد رسالت مآب ﷺ میں حضرت ابوذر غفاریؓ نے اسی قسم کا عملی تصور پیش کیا تھا وہ اکتناز واحتکار کے سخت خلاف تھے۔ اور اس کی شدت سے مخالفت کرتے تھے۔ اس لئے تاریخی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو انفرادی حیثیت میں حضرت ابوذر غفاریؓ پہلے ''انقلابی'' ہیں اور جماعتی حیثیت میں حضرت عمر بن عبدالعزیز۔ جن کا کردار رہتی دنیا تک جگمگاتا رہے گا۔

عمر بن عبدالعزیز کا دوسرا کارنامہ خلافتِ راشدہ علیٰ منہاج النبوت کے قیام پر مشتمل تھا۔ یہ حقیقت اسلامی عمرانیات کے طلبہ کو معلوم ہونی چاہیئے کہ اسلامی معاشرہ اس وقت تک قائم نہیں ہوسکتا جب تک کہ اسلامی حکومت قائم نہ ہو نیز اسلامی حکومت کے

بنیادی اصولوں میں ذرا بھی تبدیلی، اسلامی معاشرت آسائی کو نقصان پہنچا سکتی ہے جیسا کہ اموی دور میں خلافت اور شوریٰ ایسے اصولوں میں تبدیلی سے پہنچا۔ جس کی تلافی عمر بن عبدالعزیز کے نزدیک ضروری تھی کیونکہ اسلام کے مزاج سے کوئی بھی غیر اسلامی نظام حکومت ہم آہنگ نہیں ہوسکتا۔ خواہ وہ بادشاہی نظام ہو یا جمہوری۔ اسلام کے مزاج حکمرانی سے وہی طرز حکومت ہم آہنگ ہوسکتا ہے جو پیغمبر اسلام کے بعد ان کے خلفاء نے اختیار کیا۔

اسلامی حکومت میں نفاذ قانون کے لئے قرآن وحدیث اور اجماع کے علاوہ قیاس سے کام لیا جاتا ہے اور قیاس کی آزادی اس شرط سے مشروط ہوتی ہے کہ کوئی بھی قانون، قرآن وسنت کے خلاف نہیں بنے گا۔ اور بس۔ اس قسم کی قانون سازی کیلئے نیز کاروبار حکومت چلانے کے لئے باہم مشاورت بے حد ضروری ہے۔ جس کے لئے مجلس مشاورت کا قیام عمل میں لایا جاتا ہے۔ اس کے ذریعے کاروبار حیات کے ہر شعبہ کے لئے لائق وفائق مشیر میسر آتے ہیں۔ کیونکہ مشاورت کے لئے وہی اصحاب اہل ہوتے ہیں جو علم وفکر، عقل وخرد، اور فہم وفراست کے نمایاں طور پر حامل ہوں۔ اس میں عمر، جنس، اور نسب کی تمیز نہیں ہوتی۔ ضرورت صرف اس بات کی ہوتی ہے کہ وہ بروقت صائب رائے دینے کے اہل ہوں۔ اس میں بزرگوں کے ساتھ نوجوان بلکہ کم عمر بھی شامل ہوسکتے ہیں۔ چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے مزاج اسلام سے ہم آہنگ طرزِ حکومت قائم کرکے ''اسلام انقلاب'' برپا کیا۔ جسے دنیا نے متفقہ طور پر خلافتِ راشدہ کا نام دیا۔ آپ نے اس انقلاب کو قائم ودائم رکھنے کے لئے مجلس مشاورت قائم کی۔ جس میں ضرورت کے مطابق قرآن وحدیث اور فقہ کے علاوہ اجماع اور قیاس سے کام لیا جاتا تھا۔ آپ کی مجلس میں علمی فضیلت کے حامل اور صاحب تدبر افراد شامل تھے۔ دورِ جدید کی پارلیمنٹ کے ممبر کی طرح اس میں عوامی نمائندگی کا کوئی حوالہ نہ تھا اور نہ ہی یہ ضروری تھا کہ وہ عوامی کثرت رائے سے منتخب ہوکر آیا ہو۔

اگر کسی گروہ کی تعداد حد سے زیادہ بڑھ جائے تو ان کی فکر کثرت جذبات کا شکار ہوکر رہ جاتی ہے اور ایسے میں قوی اندیشہ پایا جاتا ہے کہ اچھا بھلا معقول انسان بھی صحیح رائے دینے سے قاصر ہوجائے۔ دورِ جدید کی ڈیموکریسی اور پارلیمنٹ بایں سبب کثرت جذبات کی طغیانی اور تناؤ کا شکار ہوکر رہ گئی ہے۔

استاذ گرامی ڈاکٹر بشارت علی قریشی (مرحوم) کے بقول انگلستان کا ایک مشہور مفکر جمہوریت کے متعلق لکھتا ہے کہ یہ ایک جمِ غفیر ہے۔ جس میں عوام کی نمائندگی محض ایک فریب ہے۔ عوام سکڑ کر چند ہوش وخرد رکھنے والے افراد وزیراعظم کی ذات میں اس طرح محدود ہوکر رہ جاتے ہیں۔ جس طرح ایک بڑے سے تالاب میں اگر پتھر پھینکا جائے تو سطح آب پر مختلف دائرے اٹھیں گے اور یہ سب دائرے آخر کار ایک چھوٹے سے دائرے میں فنا ہوکر رہ جائیں گے اسی طرح ڈیموکریسی، پارلیمنٹ میں اور پارلیمنٹ وزیراعظم کی ذات میں ختم ہوکر رہ جاتی ہے۔

قصہ کوتاہ عمر بن عبدالعزیز نے اپنے پیش رو حکمرانوں کے نظام ملوکیت کو اسلام کے عطا کردہ نظام خلافت میں تبدیل کرکے ہر دور کے بگڑے ہوئے مسلم حکمرانوں کے لئے ایک ایسی نظیر قائم کی جسے اپنا کر ہر دور کا حکمران اپنے نظام حکومت کو ''خلافت راشدہ'' میں تبدیل کرسکتا ہے۔ (اگر چاہے) کیا ہمارے حکمرانوں میں کوئی ایسا ہے کہ جو عصر حاضر کا عمر بن عبدالعزیز بن کر

دنیا کو باور کرا سکے کہ اسلام کی کوکھ ابھی ایسے انقلابی سپوت پیدا کرنے سے قاصر نہیں ہوئی ہے۔

لوٹ پیچھے کی طرف اے گردشِ ایام تو

❁ ❁ ❁

حوالہ جات:

۱۔ مودودی، سید ابوالاعلیٰ، خلافت و ملوکیت، ص ۱۴۷، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۷۲، اسلامی پبلیکیشنز، لاہور، طبع چہارم نومبر ۱۹۶۹ء۔

۲۔ ایضاً، ص ۱۸۸

۳۔ شاہ معین الدین احمد ندوی، تاریخ اسلام، حصہ دوم، ص ۲۰۶۔۲۰۷، معارف پریس اعظم گڑھ، طبع سوم ۱۹۵۸ء

۴۔ قادری، محمد طاہر، معاشی مسئلہ اور اس کا اسلامی حل، ص ۲۵۔۲۶، مرکزی ادارہ منہاج القرآن، ۳۶۵، لاہور

۵۔ ندوی، عبدالسلام، سیرت عمر بن عبد العزیز، ص ۲۰۶، دارالاشاعت، کراچی، ۱۹۷۳ء

❁ ❁ ❁